معین الدین عقیل *

ہندوستان میں لکھی جانے والی اولین فارسی خودنوشت

بطور صنفِ نثر اردو زبان میں لکھی جانے والی اولین خودنوشت سوانح عمری کا تعین مختلف حوالوں اور منصوبوں کے تحت موضوعِ مطالعہ و تحقیق بنتا رہا ہے۔ اس ضمن میں بالخصوص راقم کے انکشاف پر مبنی مرتبہ و مطبوعہ کاوش بیتی کہانی: اردو کی اولین نسوانی خودنوشت، مصنفہ شہربانو بیگم، دختر نواب پٹودی اکبر علی خاں کا مقدمہ اس وقت تک تمام دستیاب و ضروری معلومات پر مشتمل ہے۔[1] پھر اس موضوع پر مزید معلومات اور دیگر دستیاب اولین خودنوشت سوانح عمریوں کا راقم کا تحریر کردہ ایک تعارف "اردو کی اولین خودنوشت سوانح عمریاں"[2] میں سامنے آیا۔ اردو زبان میں ایسی دستیاب خودنوشتوں کے منظرِ عام پر آنے کا آغاز کوئی ۱۸۴۰ء کی بات ہے، جب ایک نو عیسائی (ہندو) پتمبر سنگھ کی اردو زبان میں ایک خودنوشت *Memoir of Pitambar Singh, a Native Christian*[3] شائع ہوئی۔ جب کہ شہربانو بیگم کی مذکورہ بالا خودنوشت (مرقومہ ۱۸۸۵ء۔۱۸۸۷ء) کے لکھے جانے تک اردو میں کئی خودنوشت سوانح عمریاں لکھی گئیں جن کا ذکر راقم کے موخر الذکر مقالے میں موجود ہے۔

یہ معاملہ ان خودنوشت سوانح عمریوں کا ہے جو ایک مستقل صنف کے طور پر خاص اسی مقصد سے اپنی زندگی کا احوال مرتب کرنے کے لیے لکھی گئیں۔ ورنہ ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ مؤرخین نے جب اپنے عہد

کی تاریخیں لکھیں، یا تذکرہ نویسوں نے معاصر شاعروں، مصنفین یا علما و مشائخ کے تذکرے لکھے یا صوفیہ کے مصاحبین یا عقیدت مندوں نے ان کے ملفوظات مرتب کیے، تو ضمنی طور پر کہیں کہیں وہ اپنے ذاتی حالات یا اپنی وابستگی کا حال احوال یا اپنے ذاتی مشاہدات بھی لکھ گئے۔ لیکن ظاہر ہے یہاں ایسی صورت میں ان کے پیشِ نظر اپنی زندگی کے حالات یا اپنی مربوط سوانح لکھنا بنیادی مقصد نہ تھا۔

فارسی زبان میں یہ روایت مغلیہ عہد میں زیادہ عام رہی۔ مغلوں سے قبل بھی یہ روایت مؤرخین اور مصنفین کے ہاں تلاش کی جا سکتی ہے لیکن یہاں ایک ایسی خودنوشت سوانح کا تعارف مقصود ہے جو کسی ضمنی یا ذیلی مقصد سے کسی کتاب کے باب یا جزء کے طور پر نہیں بلکہ ایک شخص کے اپنے شخصی یا ذاتی تعارف کے خاص مقصد سے اس کے مصنف امیر الدین میراں جی شمس العشاق (۹۰۲ھ/۱۴۹۶ء۔۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء) نے فارسی زبان میں ۱۵۸۵ء یا اس سے کچھ قبل لکھی تھی۔ شمس العشاق بیجاپور کی عادل شاہی عہدِ سلطنت (۱۴۹۰ء۔۱۶۸۶ء) کے ممتاز صوفی اور مصنف و شاعر تھے، جن کا تعلق چشتیہ سلسلے سے تھا۔ سلسلہ چشتیہ کا فیض دکن میں سید محمد حسینی عرف گیسودراز (۷۲۱ھ/۱۳۲۱ء۔۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء) سے عام ہوا تھا۔ گیسودراز اسلامی تصوف کی ان روایات سے وابستہ تھے جو سلطنتِ اسلامیہ ہند کے مرکز دہلی میں اور پھر دکن میں اسلامی سلطنت کے صوبائی دارالحکومت دولت آباد میں تصوف کے فروغ اور ایک بڑے پیمانے پر تبلیغِ اسلام کا باعث بنیں۔ انھوں نے بیک وقت اپنے مرشد خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی (متوفی ۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء) سے، اور ان سے بیعت کے وسیلے سے خواجہ نظام الدین اولیا (۶۳۱ھ/۱۲۳۳ء۔۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء) کی روحانیات و الٰہیات سے مستفیض ہو کر، دکن میں تبلیغِ اسلام اور تصوف کے فروغ کا وہ شاندار کارنامہ انجام دیا تھا جو جنوبی ایشیا میں دیگر کم ہی صوفیہ کے ساتھ منسوب ہے۔ انھیں یہ بھی ایک اعزاز و امتیاز حاصل ہے کہ ان سے دکن میں چشتیہ سلسلے کو بے پناہ مقبولیت اور مثالی فروغ نصیب ہوا اور اس سلسلے کے جو صوفیہ ان سے راست یا بالواسطہ منسلک رہ کر اسلامی تصوف میں اپنی خدمات، تعلیمات اور افکار سے علاقۂ دکن کو فیض یاب اور منور کرتے رہے، خود وہ بھی اپنی اپنی جگہ اپنی خدمات و اثرات کے سبب ممتاز و موثر نظر آتے ہیں۔ دکن میں ان کا فیض شاہ جمال الدین مغربی (متوفی ۱۴۴۳ء) تک اور ان سے شاہ کمال الدین بیابانی (متوفی ۱۴۶۳ء) تک پہنچا تھا۔ شاہ بیابانی سے امیر الدین میراں جی شمس العشاق نے فیض پایا تھا[۴] جو اس وقت ہمارا ایک موضوع ہیں۔ پھر ان سے راست فیض یافتگان میں ان

کے فرزند شاہ برہان الدین جانم (۹۶۱ھ/۱۵۵۳ء۔۱۰۰۷ھ/۱۵۹۹ء) تھے[۵] اور جن کے فرزند شاہ امین الدین علی اعلیٰ (۱۰۰۷ھ/۱۵۹۹ء۔۱۰۸۱ھ/۱۶۷۴ء) تھے۔[۶]

جانم کے ایک معاصر شیخ محمود خوش دہان (متوفی ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء) بھی ممتاز صوفیہ میں شمار ہوتے ہیں اور انھیں جانم سے ایک نسبت یہ تھی کہ ان کی بہن ولی بی ماں جانم کے عقد میں تھیں، جن سے امین الدین علی اعلیٰ تولد ہوئے۔[۷] مزید یہ کہ یہ جانم سے نہ صرف سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے بلکہ ان کی خلافت پر بھی متمکن ہوئے۔ اس پر مستزاد، جانم کی ہدایت پر انھوں نے اعلیٰ کے اتالیق و مربیِ تربیت کی ذمے داری بھی ادا کی۔[۸] ان مناسبتوں کے باعث خوش دہان بھی اس خانوادے کے ایک رکن تھے۔ اس طرح ان تین نسلوں پر مشتمل یہ خانوادہ، گیسو دراز سے بیعت و رشد کے وسیلے سے ان سے فیض یافتہ بھی ہے اور دکن میں ان کے خیالات کے فروغ کا سبب بھی بنا ہے۔ شمس العشاق اس خاندان کے ایک جانب سرپرست اعلیٰ بھی تھے اور دوسری جانب دکن میں، اس طرح اپنے خاندان کی اجتماعی کوششوں کے باوصف، چشتیہ سلسلے کے فروغ اور وسعت کا سبب بھی بنے۔ شمس العشاق نے تصوف کے اعمال و اشغال اور سلوک و تربیت کے ساتھ ساتھ تخلیق و تصنیف کو بھی اپنے افکار و خیالات کے اظہار کا وسیلہ بنایا تھا۔ وہ شاعر بھی تھے اور نثر میں متعدد کتابوں اور رسائل کے مصنف بھی تھے۔[۹] ان تصانیف میں ان کی وہ خود نوشت بھی شامل ہے جس کا تعارف یہاں پیش نظر ہے۔

یہ خود نوشت نسل نامہ حاجی شریف الدین یعنی خودنوشت حالات حضرت میراں جی دو اجزا پر مشتمل لیکن بہت مختصر ہے۔ ان اجزا میں ایک "نسل نامہ" ہے جس میں مصنف نے اپنے اجداد کے نام تحریر کیے ہیں، اور دوسرا جز ان کے ذاتی حالات پر مشتمل ہے۔ ان دونوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں، یہ دونوں باہم مربوط ہیں۔ اس خود نوشت کے پانچ قلمی نسخوں کا علم ہے جو درج ذیل کتب خانوں: کتب خانہ درگاہ امینیہ (بیجاپور)، کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد)، ادارۂ ادبیات اردو، حیدرآباد، مخطوطہ نمبر ۸۶۳؛ کتب خانہ عمر الیافعی (۱۸۸۹ء۔۱۹۶۱ء) حیدرآباد؛ اور خانقاہ عنایت الٰہی (جد اعلیٰ ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ۱۹۰۴ء۔۱۹۶۲ء) میں موجود ہیں۔[۱۰] اس خود نوشت کے بارے میں اس شک کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ کیا یہ میراں جی ہی کی تصنیف ہے۔[۱۱] یہ بھی گمان ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خود نوشت مکمل نہیں۔ اس میں میراں جی اور حضرت علی کے درمیان جو فہرستِ اجداد درج ہے اس میں ۱۷ واسطے بیان کیے گئے ہیں اور ان کی مدت نو سو سال

مبنی ہے۔اس مدت کے لحاظ سے کہا گیا ہے کہ یہ واسطے کم ہیں۔لیکن اس کی نوعیت سے قطع نظر اس میں شک نہیں کہ اس کا تعلق میراں جی اوران کی زندگی ہی سے ہےاور بہت اہم اور قیمتی معلومات اس کے توسط سے دستیاب ہوئی ہیں۔پھراس کی زمانی تقدیم کے بارے میں بھی دو رائے نہیں ہوسکتیں۔

میراں جی کے انتقال (۱۵۸۵ء) تک کسی ایسی فارسی خودنوشت کے بارے میں ہماری معلومات عنقا ہیں، جو ہندوستان میں لکھی گئی ہو،اور جو کسی حکمران سے منسوب،بمثل ''وقائع بابری'' (شہنشاہ ظہیرالدین بابر،۱۴۸۳ء۔۱۵۳۰ء) یا مغل حکمران ہمایوں (۱۵۳۰ء۔۱۵۴۰ء) کی سوانح ''ہمایوں نامہ'' (مصنفہ گلبدن بیگم، ۱۵۲۳ء۔۱۶۰۳ء) جیسی واقعاتی ومشاہداتی تصنیف نہ ہو،جس میں مصنف کے جزوی ذاتی حالات بھی تحریر کا حصہ بنے ہیں۔ہندوستان میں فارسی میں لکھی جانے والی جس پہلی اورمعروف خودنوشت کے بارے میں معلومات عام رہی ہیں وہ اسد بیگ قزوینی (متوفی ۱۶۲۱ء) کی خودنوشت وقائع اسد بیگ (''حالات اسد بیگ''/''احوالِ اسد بیگ'') ہے جو۱۶۰۴ء۔۱۶۰۵ء یا شمس العشاق کی تحریر کردہ خودنوشت کے کوئی بیس سال بعد کی تصنیف ہے۔[۱۳] یہ اسد بیگ،شاعر تھا اور'اسد' تخلص کرتا تھا۔قزوین میں پیدا ہوا لیکن ہجرت کرکے عہد جلال الدین اکبر (۱۵۵۶ء۔۱۶۰۵ء) میں ہندوستان آیا اورابوالفضل (۱۵۵۱ء۔۱۶۰۲ء) کی ملازمت اختیار کی اورتقریباً ۱۷ سال اس کے ساتھ وابستہ رہا۔ابوالفضل کے انتقال (۱۶۰۲ء) کے بعد، وہ اکبر کے دربار سے منسلک ہوا۔اکبر نے اسے اپنے شہزادہ دانیال کی شادی میں شرکت کے لیے، جو ابراہیم عادل شاہ ثانی (۱۵۸۰ء۔۱۶۲۷ء) کی دختر سے طے پائی تھی، شاہی بارات کے ساتھ بیجاپور بھیجا جس میں شامل ہوکر وہ بیجاپور گیا۔وہاں سے واپسی کے ایک سال بعد اکبر نے اسے دکن کے چاروں صوبوں کے لیے اپنا ایلچی مقرر کرکے بھیج دیا۔ابھی اسے روانہ ہوئے کچھ ہی مدت گذری تھی کہ اکبر کا انتقال ہوگیا، چنانچہ شہزادہ نورالدین جہانگیر (۱۶۰۵ء۔۱۶۲۷ء) نے تخت نشین ہوتے ہی اسے واپس بلا لیا اور کسی وجہ سے اسے ملازمت سے برخاست کردیا۔اسد بیگ کا انتقال ۱۶۲۱ء میں ہوا۔اس خودنوشت کے علاوہ اپنی یادگار میں اس نے اپنا 'دیوان' چھوڑا ہے، جس میں ۸۰۰۰ اشعار شامل ہیں۔وقائع اسد بیگ میں اس نے اپنے حالات ابوالفضل کی وفات سے اکبر کی رحلت اور جہانگیر کی تخت نشینی تک تحریر کیے تھے۔اس میں اس کے قیام بیجاپور اور ابراہیم عادل شاہ سے اس کی ملاقاتوں کے حالات بھی شامل ہیں۔[۱۴]

میراں جی کی خودنوشت، جو انتہائی مختصر ہی سہی، اور انھوں نے اپنی عمر کے جس حصے میں اسے لکھا ہو، ۱۵۸۵ء یا اس سے قبل کی تصنیف ہے۔ اس طرح میراں جی کی اس خودنوشت کو ہندوستان میں لکھی جانے والی دستیاب اور اس فن میں مستقل اولین فارسی خودنوشت قرار دینے میں تامل نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے کُل دستیاب متن کو یہاں ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

اللھم صلی علی محمد صلعم سید الاولین والآخرین۔ نسل نامہ حضرت حاجی شریف دوام الدین بن سید علی بن سید محمد بن سید حسین بن سید داود بن سید زین بن سید احمد بن سید حمزہ بن سید سیف اللہ بن سید ابوالحسن بن سید عبید اللہ مظلومی بن سید علی بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی ابن ابوطالب کرم اللہ وجہہ۔

پیتنا فی الحلعہ القریشیہ، عند بیت صحابہ کرام [15] ابوبکر [16]، بن قحافہ، بن مبارک مکہ [17]، جاء نافی [18] الہند، النسبت من قوم چخطیعہ، از قوم چخطیہ نسبت کردہ باز بہ مکہ معظمہ رفتہ۔ در مکہ تولدم [19] شد۔ و [20] اسمنا امیر الدین نہادند، المعروف شاہ [21] میراں جی و [22] بعد از بست و دو سال یک طرفہ حال پیدا شد۔ از مکہ معظمہ بہ زیارت مدینہ شریف مشرف شدم۔ مدت دوازدہ سال و سہ ماہ و پنج روز بہ درگاہ قبلہ کونین سید الانبیا والمرسلین بہ یک پہلو افتادہ در شب جمعہ سید المرسلین و [23] با صحابہ کرام قدوم سعادت ابد (کذا) بہ این فقیر آوردند۔ و [24] پابوس شدم۔ دست مبارک بر سر [25] نہادند۔ الحمدللہ بہ مراد رسیدم۔ چنانچہ (کذا) سرفراز کردنی بود سرفراز [26] مرحمت و عنایت رحمت (کذا) عطا شد و [27] سید الانبیا دست این فقیر گرفتہ بدست حضرت علی کرم اللہ وجہہ سپردند۔ از حضرت اسد اللہ الغالب نعمت بیکراں عطا یافتم۔ من بعد حکم مصطفی و مرتضی بہ این فقیر صادر شد کہ بہ ہند بروند۔ نہایت عذر سے و [28] بعجز آوردم کہ زبان ہندگویا گوں فہمی نمی دارم و [29] بہ زبان مبارک فرمودند ہمہ زبان شما معلوم خواہد شد و ملاقات شاہ کمال الدین بیابانی بگیرند و [30] ہر چہ فرمایند قبول کنند۔ بہ حکم معالی [31] بہ ہند آمدہ [32] ام و در خدمت شاہ کمال الدین رسیدم و [33] چند ایام سعادت انجام خدمت کردم۔ از سرزمین ہند واز زبان ہندی واقف شدم۔ پیر این فقیر رخصت فرمودہ حکم کدخدائی کردند و بہ زبان مبارک فرمودند کہ اے امیر میراں از شما بسیار عالم بہرہ خواہند یافت۔ بہ حکم پیر این فقیر در بھنگار

> کدخدائی کردہ۔ چند روز ماندہ۔ درخدمت پیر آمدم۔ فرمودند کہ حکم نبی علیہ الصلوات والسلام شدہ است کہ بہ بیجاپور بروند و جائی کہ اشارت نبی اللہ شود دراں جا مستقیم و ساکن باشد۔ بر حکم پیر فقیر در عہد علی عادل شاہ آمد باستعانت اشارہ ساکن و مستقیم (وساکن[۳۴]) شدم۔ الحمدللہ علی ذالک۔ تمت تمام شد[۳۵]۔

اس خودنوشت سے میراں جی کے احوال کے بارے میں، ان کے نسب نامے کے علاوہ، جو معلومات اخذ ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:

ان کا نام امیر الدین اور عرفیت میراں جی بھی تھی۔ ان کے والد کا نام حاجی شریف دوام الدین تھا، جو سادات زیدی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا مکان مکہ مکرمہ کے محلہ قریشیہ میں ابوبکر بن قحافہ کے پڑوس میں تھا۔ حاجی شریف کی شادی ہندوستان میں مقیم ایک چغتائی خاندان میں ہوئی تھی۔ اس مقصد کے لیے حاجی شریف ہندوستان آئے اور شادی کر کے اپنے وطن لوٹ گئے تھے۔ میراں جی اپنے خاندانی مکان میں پیدا ہوئے تھے۔ وہاں وہ پیدائش کے بعد بائیس برس تک مقیم رہے اور پھر مدینہ منورہ منتقل ہو گئے۔ وہاں وہ بارہ سال تین ماہ پانچ دن گذارنے کے بعد ارشادِ نبوی کی تعمیل میں شاہ کمال الدین بیابانی سے اکتسابِ فیض کی خاطر ہندوستان روانہ ہوئے۔ ہندوستان پہنچ کر انھوں نے شاہ کمال بیابانی سے ملاقات کی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور مقامی زبان سیکھی اور علاقائی معاشرت سے واقفیت حاصل کی۔ اکتسابِ فیض کے بعد اپنے مرشد کی ہدایت پر بھنگار گئے اور وہاں شادی کی۔ شادی کے بعد دوبارہ اپنے مرشد کی خدمت میں پہنچے، جہاں انھیں حکم ملا کہ وہ بیجاپور جائیں اور وہاں قیام کریں۔ چنانچہ میراں جی علی عادل شاہ کے عہد میں بیجاپور پہنچے اور وہاں قیام کیا۔[۳۶]

یہ خودنوشت اگرچہ بے حد مختصر ہے لیکن اپنے کل معنوی و نوعی مفہوم کی حامل ہے اور اسی لیے اپنی نوعیت اور زمانی تقدم کے لحاظ سے ہندوستان میں لکھی جانے والی اولین خودنوشت ہے۔

بنیاد جلد ۶، ۲۰۱۵ء

حواشی و حوالہ جات

* سابق ڈین کلیہ زبان و ادب، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔

۱۔ مطبوعہ: شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، ۱۹۹۵ء وبتز ترمیم و اضافوں کے ساتھ، اشاعتِ دوم (لاہور: القمر انٹر پرائزز، ۲۰۰۶ء)؛ اسی کو بنیاد بنا کر اور اس میں پیش کردہ معلومات سے استفادہ کرتے ہوئے طاہرہ آفتاب نے اس کا انگریزی ترجمہ شائع کیا: *A Story of Days Gone By: A Translation of Biti Kahani, An Autobiography of Princess Shahr Bano Begam of Pataudi* (کراچی: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۱۲ء)۔

۲۔ مشمولہ: خدا بخش لائبریری جرنل پٹنہ، شمارہ ۱۳۵ (جنوری۔مارچ ۲۰۰۴ء)، ص ۵۷۔۷۰۔

۳۔ مشنری پریس، کلکتہ ۱۸۴۰ء۔ گارسیں دتاسی (M. Garcin De Tassy) نے یہ شہادت دی ہے، لیکن اس اردو خودنوشت کا عنوان اس نے انگریزی ہی میں درج کیا ہے: *Histoire de la Litterature Hindouie et Hindoustanie*، جلد دوم (پیرس: اڈولف لابیت)، ص ۴۰۵؛ موخر الذکر میں شامل عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

"وہ ایک ہندو تھے جنھوں نے عیسائی مذہب قبول کرلیا ہے۔ پتمبر سنگھ نے ہندوستانی میں اپنی ایک سرگذشتِ حیات لکھی ہے جو کلکتہ سے ۱۸۴۰ء میں شائع ہوئی ہے اور جس کا انگریزی عنوان: *Memoir of Pitambar Singh, a Native Christian* ہے۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن مذہبی مجلس کی طرف سے شائع ہوئے ہیں۔ پتمبر نے سیارا لاسلام کی تصنیف میں نور محمد، رام کرشن اور سید محمد کی معاونت کی ہے۔"

ترجمہ: لیلیان سیکھان نازرو، مرتبہ معین الدین عقیل، مسودہ، ص ۴۳۷، زیرِ طبع۔

۴۔ ان کے حالات و تصنیفات کے لیے: محمد ہاشم علی، میراں جی شمس العشاق (حیدرآباد: شالیمار پبلی کیشنز، ۱۹۷۴ء) وبتز مقدمہ مغز مرغوب و چہار شہادت، مصنفہ میراں جی شمس العشاق (حیدرآباد: حیدرآباد اردو اکیڈمی، ۱۹۲۶ء)؛ گیان چند جین اور سیدہ جعفر، تاریخ ادب اردو، ۱۷۰۰ء تک، جلد دوم (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۸ء) جامع اور محققانہ ہیں۔ صوفیائے بیجاپور کے حالات و خدمات کا ایک اچھا مطالعہ و تجزیہ، ایٹن، رچرڈ میکسویل (Eaton, Richard Maxwell)، *Sufis of Bijapur,1300-1500* (پرنسٹن: پرنسٹن یونی ورسٹی پریس، ۱۹۷۸ء) میں ہے۔ بالخصوص شمس العشاق کے لیے: حالات، ص ۶۷۔۸۷، نظام سلوک، ص ۱۴۲، تصانیف، ص ۱۴۱۔

۵۔ حالات اور تصانیف کا ایک جامع مطالعہ محمد اکبر الدین صدیقی، مقدمہ ارشاد نامہ مصنفہ برہان الدین جانم مشمولہ قدیم اردو، دور دوم، جلد اول، ۱۹۷۱ء؛ وبتز محمد اکبر الدین صدیقی، مقدمہ کلمۃ الحقائق مصنفہ برہان الدین جانم (حیدرآباد: ادارۂ ادبیاتِ اردو، ۱۹۶۱ء)؛ گیان چند جین اور سیدہ جعفر، تصنیف مذکور، سیدہ جعفر، ص ۱۶۴۔۱۹۸، گیان چند جین، ص ۳۵۴۔۳۷۵؛ وبتز ایٹن، تصنیف مذکور، ص ۸۷۔۸۹، ۱۴۲۔

۶۔ حالات و تصنیفات کا ایک جامع و محققانہ مطالعہ حسینی شاہد، شاہ امین الدین علی اعلیٰ، حیات اور کارنامے (حیدرآباد: انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش، ۱۹۷۳ء) میں ہے۔ وبتز ایٹن، تصنیف مذکور، ص ۱۴۴۔۱۴۵۔

۷۔ محمد اکبر الدین صدیقی، شیخ محمود خوش دہان اور ان کا کلام، حیدرآباد، ۱۹۸۸ء، ص ۱۰۔۱۱۔

۸۔ ایضاً، ص ۱۳؛ وبتز شاکرہ بیگم، "معرفۃ السلوک" مقالہ مشمولہ خدا بخش لائبریری جرنل، پٹنہ، شمارہ ۶۹۔۷۴ (۱۹۹۲ء): ص ۳۰۲، وبتز ایٹن، تصنیف مذکور، ص ۱۴۴۔۱۴۵۔

۹۔ مذکورہ مآخذ کے علاوہ بالخصوص ادبی خدمات کے ضمن میں سید جعفر اور گیان چند کی محولہ بالا تصنیف میں، شعری تصانیف اور ان کے تعارف کے لیے: سید جعفر، ص۹۸تا۱۴۴؛ نثری تصانیف اور ان کے تعارف کے لیے: گیان چند، ص۳۲۶ تا ۳۴۵ مفصل اور تازہ محققانہ معلومات پر مشتمل ہیں۔

۱۰۔ بحوالہ سخاوت مرزا، "حضرت میراں جی شمس العشاق کی تاریخ وصال" مشمولہ اردو نامہ، کراچی، شمارہ ۳۰ (جنوری ۱۹۶۸ء)، ص۴۲؛ گیان چند، تصنیف مذکور، ص۳۲۷۔

۱۱۔ مولوی عبدالحق نے شبہ ظاہر کیا کہ "یہ امر تحقیق طلب ہے کہ یہ تحریر خود انھیں کی ہے" (بنام سخاوت مرزا، مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۵۶ء، مشمولہ مکتوبات عبدالحق مرتبہ جلیل قدوائی (کراچی: مکتبۂ اسلوب، ۱۹۶۳ء)، ص۴۶۳؛ اور محمد اکبرالدین صدیقی نے برہان الدین جانم کی تصنیف ارشاد نامہ کے مقدمے میں تحریر کیا کہ "یہ خودنوشت نہیں معلوم ہوتی۔ ممکن ہے حضرت میراں جی نے معتقدین کے سامنے کبھی اپنے خیالات بیان کیے ہوں جو سینہ بہ سینہ چلے آئے ہوں اور گیارھویں صدی ہجری میں کسی نے اس وقت لکھ دیے ہوں جب ان کی سیادت کا مسئلہ زیر بحث ہو" مشمولہ قدیم اردو، دور دوم جلد اول (حیدرآباد: شعبہ اردو، عثمانیہ یونی ورسٹی، ۱۹۷۱ء): ص۱۲۔۱۳؛ لیکن یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ساری خودنوشت صیغۂ واحد متکلم میں ہے۔

۱۲۔ حسینی شاہد، تصنیف مذکور، ص۶۲۔۶۷۔

۱۳۔ اس خودنوشت کے نسخے برٹش لائبریری لندن، بحوالہ چارلس ریو (Charles Rieu)، *A Catalogue of Persian Manuscripts in British Museum*، جلد سوم (لندن، ۱۹۲۶ء)، ص۹۷۹؛ فہرست کتب عربی، فارسی و اردو مخزونہ کتب خانہ آصفیہ، جلد دوم (۱۳۳۳ھ)، ص۸۲۸، ۱۰۲۹ میں موجود ہیں۔ مزید تفصیلات کے لیے، متعدد مآخذ مثلاً سی اے اسٹوری (C.A. Storey)، *Persian Literature, A Bio-Bibliographical Survey* (لندن، ۱۹۵۳ء)، ص۵۵۳۔۵۵۴؛ ڈی این مارشل (D. N. Marshall)، *Mughals in India, A Bibliographical Survey* (بمبئی، ۱۹۶۷ء)، ص۸۳؛ پی ایم جوشی، "Asad Beg's Mission to Bijapur, 1603-1604" مشمولہ *Mahamahopadhyaya D. V. Potdar Sixty-first Birthday Commemoration Volume* مرتبہ سریندر ناتھ سین (پونا، ۱۹۵۰ء)، ص۱۸۴۔۱۹۵۔

۱۴۔ یہ خودنوشت تا حال غیر مطبوعہ ہے، لیکن اس کا ترجمہ انگریزی میں بی ڈبلیو چیپمین (B. W. Chapman) نے کیا تھا اور جسے ایچ ایم ایلیٹ (H. M. Elliot) نے اپنے مفید تعارفی شذرے کے ساتھ اپنی مرتبہ تاریخ *The History of India as Told by its Own Historians* میں شائع کیا تھا۔ جلد ۶، عکسی اشاعت (لاہور ۱۹۷۶ء)، ص۱۵۰تا۱۷۴۔

۱۵۔ صحابۃ الکرام (آصفیہ)

۱۶۔ ابی بکر (آصفیہ)

۱۷۔ بنکہ (آصفیہ)

۱۸۔ بس (آصفیہ)

۱۹۔ تولد شدم (آصفیہ)

۲۰۔ مدارو (آصفیہ)

۲۱۔ مدارو (آصفیہ)

۲۲۔ ندارد (آصفیہ)

۲۳۔ ندارد (آصفیہ)

۲۴۔ ندارد (آصفیہ)

۲۵۔ سرم (آصفیہ)

۲۶۔ سرفراز کریند

۲۷۔ ندارد (آصفیہ)

۲۸۔ مطابق آصفیہ، متن ندارد

۲۹۔ ندارد (آصفیہ)

۳۰۔ ندارد (آصفیہ)

۳۱۔ ندارد (آصفیہ)

۳۲۔ معلی (آصفیہ)

۳۳۔ آدم (آصفیہ)

۳۴۔ ندارد (آصفیہ)

۳۵۔ ندارد (آصفیہ)

۳۶۔ اگرچہ میراں جی نے یہ نہ لکھا کہ ان کی ملاقات شاہ کمال الدین بیابانی سے کہاں ہوئی، لیکن ڈاکٹر حسینی شاہد کا خیال ہے کہ ان کی ملاقات گلبرگہ میں ہوئی ہوگی اور ان کی صحبت میں میراں جی نے ایک طویل مدت گذاری۔ حسینی شاہد، تصنیف مذکورہ، ص ۷۶؛ و نیز ۷۴۔۷۵۔

مآخذ

اسٹوری سی اے (Storey ,C.A.)۔ Persian Literature, A Bio-Bibliographical Survey۔ لندن: رائل ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۹۵۳۔

ایٹن، رچرڈ میکسویل (Eaton, Richard Maxwell)۔ Sufis of Bijapur, 1300-1500۔ پرنسٹن: پرنسٹن یونیورسٹی پریس، ۱۹۷۸ء۔

ایلیٹ، ایچ ایم اور ڈاوسن (Elliot, H. M. and Dowson)۔ History of India as Told by its Own Historians۔ جلد ۶۔ لاہور، ۱۹۷۶ء۔

آفتاب، طاہرہ۔ A Story of Days Gone By: A Translation of Biti Kahani, An Autobiography of Princess Shahr Banu Begam of Pataudi۔ اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۲ء۔

بیگم، شاکرہ۔ "معرفۃ السلوک"۔ مقالہ مشمولہ خدابخش لائبریری جرنل پٹنہ شمارہ ۶۹۔۷۲ (۱۹۹۲ء)۔

جوشی، پی ایم۔ "Asad Beg's Mission to Bijapur, 1603-1604"۔ مشمولہ Mahamahopadhyaya D. V. Potdar Sixty-first Birthday Commemoration Volume۔ مرتبہ سریندر ناتھ سین۔ پونا، ۱۹۵۰ء۔

جین، گیان چند اور سیدہ جعفر۔ تاریخ ادب اردو، ۱۷۰۰ء تک۔ جلد دوم۔ نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۸ء۔

دتاسی، گارساں۔ *Histoire de la Litterature Hindouie et Hindoustanie*۔ جلد دوم۔ پیرس: اڈولف لابیت، ۱۸۷۰ء۔

ریو، چارلس (Rieu, Charles)۔ *A Catalogue of Persian Manuscripts in the British Museum*۔ جلد سوم۔ لندن: برٹش میوزیم، ۱۹۶۶ء۔

سنگھ، پتمبر۔ *Memoir of Pitambar Singh, a native Christian*۔ کلکتہ: مشنری پریس، ۱۸۴۰ء۔

شاہد، حسینی۔ شاہ امین الدین علی اعلیٰ، حیات اور کارنامے۔ حیدرآباد: انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش، ۱۹۷۳ء۔

صدیقی، محمد اکبر الدین۔ شیخ محمود خوش دہان اور ان کا کلام۔ حیدرآباد، ۱۹۸۸ء۔

________۔ مقدمہ ارشاد نامہ۔ مصنفہ برہان الدین جانم۔ مشمولہ قدیم اردو۔ دور دوم۔ جلد اول۔ ۱۹۷۱ء۔

________۔ مقدمہ کلمۃ الحقائق۔ مصنفہ برہان الدین جانم۔ حیدرآباد: ادارہ ادبیات اردو، ۱۹۶۱ء۔

عبدالحق، مولوی۔ مکتوبات عبدالحق۔ مرتبہ جلیل قدوائی۔ کراچی: مکتبۂ اسلوب، ۱۹۶۳ء۔

عقیل، معین الدین۔ "اردو کی اولین خودنوشت سوانح عمریاں"۔ مشمولہ خدابخش لائبریری جرنل پٹنہ، شمارہ ۱۳۵ (جنوری۔ مارچ ۲۰۰۴ء): ص ۵۷۔۷۰۔

________۔ بیتی کہانی: اردو کی اولین نسوانی خودنوشت اور تاریخ پاٹودی کا بنیادی ماخذ۔ مصنفہ شہر بانو بیگم۔ جام شورو: شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، ۱۹۹۵ء۔ مع نیز ترمیم و اضافوں کے ساتھ، اشاعت دوم لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۰۶ء۔

علی، محمد ہاشم۔ مقدمہ معز مرغوب و چہار شہادت۔ مصنفہ میراں جی شمس العشاق۔ حیدرآباد: حیدرآباد اردو اکیڈمی، ۱۹۶۶ء۔

______۔ میراں جی شمس العشاق۔ حیدرآباد: شالیمار پبلی کیشنز، ۱۹۷۲ء۔

کتب خانۂ آصفیہ۔ فہرست کتب عربی، فارسی و اردو مخزونہ کتب خانہ آصفیہ۔ جلد دوم۔ حیدرآباد، ۱۳۳۲ھ۔

مارشل، ڈی این (Marshall, D. N.)۔ *Mughals in India, A Bibliographical Survey*۔ بمبئی: ایشیا پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۷ء۔

مرزا، سخاوت۔ "حضرت میراں جی شمس العشاق کی تاریخ وصال"۔ مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۳۰ (جنوری ۱۹۶۸ء)۔